طریق کار جس میں بچوں کی تقسیم ان کے مزاج اور رجحان کے مطابق کی جائے، ان میں اختلاف کو بڑھاتا ہے اور اس کی وجہ سے آپس میں مخالفت پیدا ہو جاتی ہے، سماجی طبقات کی تقسیم میں افزائش ہوتی ہے، اور مکمل شخصیت کے انسان بننے میں مدد نہیں ملتی صاف ظاہر ہے کہ کوئی طریق کار یا نظام، صحیح قسم کی تعلیم مہیا نہیں کر سکتا۔ کسی مخصوص طریقہ پر شدومد سے عمل کرنا استاد کی کاہلی اور سست دماغی ثابت کرتا ہے۔ جب تک تعلیم بندھے ٹکے اصولوں پر دی جائے گی، وہ چاہے ہوشیار اور قابل مرد وزن تو تیار کر سکے، لیکن تخلیقی صلاحیت اور اختراعی مادہ رکھنے والے انسان نہیں بنا سکتی۔

صرف محبت ہی کے ذریعے ہم دوسروں کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جہاں محبت ہے وہاں دوسرے کے ساتھ برابری کے درجہ پر اسی وقت فوری تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ ہم محبت سے عاری، کھوکھلے، اور خشک طبع واقع ہوئے ہیں، اس لیے ہم نے اپنی ساری زندگی کو اور بچوں کی تعلیم و تربیت کو یا تو گورنمنٹ یا محض دستور العمل کے ماتحت کر رکھا ہے، لیکن حکومتوں کو تو صرف قابل، مستعد اور فنی صلاحیت رکھنے والے اشخاص درکار ہوتے ہیں۔ ان کو مجموعی خصائل والے انسانوں کی ضرورت نہیں، کیونکہ مکمل انسان حکومت اور نیز منظم مذہبی اداروں کے لیے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ اور مذہبی ادارے تعلیم پر قابو رکھنا چاہتے ہیں۔ زندگی کو کسی مخصوص نظام کے تابع نہیں بنایا

جا سکتا، نہ وہ کسی خاص ڈھانچے میں ڈھالی جا سکتی ہے، چاہے اس کا نمونہ کتنی ہی نیک نیتی سے اعلیٰ تصورات کے مطابق کیوں نہ تیار کیا گیا ہو۔ جس ذہن کی تربیت اس ڈھنگ پر ہوئی ہو کہ صرف واقعات اور معلومات کو یکجا کر سکے، اس میں یہ صلاحیت ہی نہیں رہ جاتی کہ زندگی کی نیز نگیوں، اس کی لطافت اور نشیب و فراز کے ساتھ خوش اسلوبی سے نباہ کر سکے۔ جب ہم بچوں کو کسی خاص طرزِ خیال کے کالبد میں یا کسی خاص انداز تربیت کی بندش میں رکھتے ہیں، یا جب ان کو منقسم شدہ شعبہ جات کے ماتحت غور و فکر کرنا سکھاتے ہیں تو ہم انھیں مکمل شخصیت رکھنے والے مرد وزن نہیں بننے دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں حیات انسانی کی کلی اور مجموعی کیفیت سمجھنے کا مادّہ باقی نہیں رہتا۔

تعلیم کا اعلیٰ ترین مقصد ایسے مکمل شخصیت رکھنے والے انسان پیدا کرنا ہیں، جو مجموعی حیثیت کی زندگی سے آشنا ہو کر مناسب طریقہ سے اس کو نباہ سکیں۔ ماہرین خصوصی کی طرح معیار پسند اشخاص کو صرف جزو سے دل چسپی رہتی ہے، انھیں کل سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ جب تک عمل کے لیے ہم کوئی خیالی معیار سامنے رکھیں گے، شخصیت کبھی سالم نہیں ہو سکے گی۔ بیشتر اساتذہ جو معیار پسند ہیں وہ محبت اور موانست کو خیر باد کہہ بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ وہ خشک طبع اور سنگدل ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو بخوبی سمجھنے کے لیے مستعدی، ہوش مندی اور خود شناسی کی ضرورت ہے۔ اس کے